مثنوی معنوی میں حضرت رسول اکرمؐ کی ایک جھلک

پروفیسر سعید روز بہانی

نام احمد نام جملہ ی انبیا ست چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست[1]

اس سال کو ''سال پیغمبر'' قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کی عظمت وفضیلت کی شناخت و وضاحت کے لئے اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ ہر شاعر وسخنور نے حضرت باری تعالی کی صفات اسماء مبارکہ کے ذکر کے فوراً بعد آنحضرت کی نعت لکھی ہے اور اس میدان میں ہر شاعر نے دوسرے شاعر پر سبقت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر نظامی گنجوی نے ان کی شان وشوکت میں چار نعتیں لکھی ہیں جن میں پیغمبرؐ کے دینی وعرفانی اوصاف اور اخلاقی محاسن کا بیان موجود ہے۔

دیگر عارفوں کی طرح مولانا جیسے خدا طلب عاشق اور نامور ایرانی صاحب عرفان ومعرفت نے نہایت دلکش انداز بیان کے ساتھ رسول مقبول کی ستائش کی ہے۔ واضح رہے کہ دیگر کتابوں کی طرح مثنوی معنوی میں مولانا نے آنحضرتؐ کی تکریم وستائش کے لئے کوئی مستقل باب تو قائم نہیں کیا ہے لیکن مثنوی میں جگہ جگہ آنحضرتؐ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر موجود ہے جس میں پیغمبر اکرمؐ کی زندگی کے تمام اخلاقی، دینی اور اعتقادی پہلوؤں کا بھرپور ذکر موجود ہے جو درحقیقت نعت نبوی کے دریائے بیکراں کا ایک مختصر قطرہ اور باغ آفرینش کے نور کی ہلکی سی جھلک ہے۔

پیغمبر اشرف مخلوقات اور انسان کامل کا نمونہ

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی عظیم شخصیت کے حامل تھے کہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی نہیں بلکہ جملہ صالح بندگان الٰہی کے درمیان خداوند عالم نے انہیں نمایاں حیثیت عطا کی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ فقط بندگان خدا نے نہیں بلکہ خود خداوند عالم نے بھی ان کی مدح سرائی کی ہے۔ دنیا کے نامور مفکرین و دانشور افراد اور علماء شعراء نے منثور ومنظوم انداز میں ان کی مدح سرائی کو اپنے لئے فضیلت کا باعث قرار دیا ہے۔ فارسی زبان و ادب کے نامور شاعر مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں انہیں اشرف مخلوقات اور انسان کامل کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

مولانا کا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سر حلقہ انبیاء اور قطب آفرینش کا مرکز ہیں۔ وہ جماعت عقل وفہم کی شمع اور مخلوقات کے درمیان اشرف حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ کائنات میں سب سے زیادہ عظیم، نشور "اتیناک" ۱؎ کے صاحب و مالک، "انا کفیناک" ۲؎ کے خسرو ومنصور "لولاک" ۴؎ کے بادشاہ اور "انا ارسلنک" کے سلطان ۵؎ اور شعبۂ عرفان میں روشن چراغ، شریعت میں خورشید درخشاں اور اخلاق و معاشرہ وسیاست کے میدان میں ایک چمکدار ستارہ کی طرح ہیں۔

عرفانی نظریہ سے وہ ایک عارف مطلق ہیں اور انہیں ''انسان حقیقی و کامل'' کا بہترین نمونہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے تمام عارف حضرات انہیں عظیم و جانباز فدائی اور میدان عشق الٰہی کا پاکباز عاشق تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا نے مثنوی میں عارف برگزیدہ کی جو صفات بیان کی ہیں وہ ان کے عارف مطلق ہونے کی دلیل ہیں۔ ''قلا ووز سلوک'' ۶؎، ''سپہ سالار غیوب'' ۷؎، ''خورشید راز'' ۸؎ اور ''زادۂ ثانی در جہان'' ۹؎

درحقیقت حسن افتتاح کی حیثیت سے تبرکاً ان القاب و صفات کا ذکر کردیا گیا البتہ ان کی جملہ صفات کا تذکرہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

اس مختصر تمہیدی بیان کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مولانا نے اپنی مثنوی میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عارفانہ نگاہوں سے دیکھا ہے اور ان کی عارفانہ شخصیت کو سمجھنے کے لئے ان کے عرفانی وجود کے مختلف پہلوؤں کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے جس کا اجمالی تجزیہ اس مختصر مقالے میں حاضر خدمت ہے۔

معراج

معراج کے مقدس سفر کے دوران پیغمبر کو مختلف مراحل سے گزرنا پڑا جس کو مختلف ذیلی اور اجمالی عنوان کے تحت اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

بارگاہ عالیہ میں مہمانی: ازلی معشوق نے اس شب اسراء میں اپنے سوختہ دل عاشق کو نہایت ہی عاشقانہ انداز میں مہمان بلایا۔ یہ ایسی دعوت تھی جس میں کسی غیر کا گذر ممکن نہ تھا بلکہ اس دعوت کے سلسلے میں واضح لفظوں مین یوں کہا گیا ہے "لی مع اللہ وقت، لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لانبی مرسل" ۱۰؎

مولانا نے مثنوی میں اس دعوت عرفانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

آن کہ او از مخزن ہفت آسمان — چشم و دل بربست روز امتحان
از پی نظارہ او، حور و جان — پر شدہ آفاق ہر ہفت آسمان
آن چنان پر گشتہ از اجلال حق — کہ در او ہم رہ نیابد آل حق
لایسع فینا نبی مرسل — والملک والروح ایضاً فاعقلوا [۱۱]

یعنی معشوق ازلی کی بارگاہ عالیہ میں تشکیل شدہ اس دعوت عرفانی کا نظارہ کرنے کے لئے ساتوں آسمان سے حور و غلمان اور ملائکہ کی ایک بڑی بھیڑ جمع ہوگئی تھی لیکن دعوت کا نظارہ تو دور کی بات ہے کسی کو اس کی ہلکی سے جھلک بھی نہ مل سکی۔

دوسری جگہ پر مولانا یوں ارشاد فرماتے ہیں:

لی مع اللہ وقت بود آن دم مرا — لایسع فیہ نبی مجتبیٰ [۱۲]

عاشق ہمیشہ اسی فکر میں سرگرم رہا کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنے معشوق کے ساتھ کچھ لمحے بسر کرلے اور وہ ان لمحات کو اپنی زندگی کے بہترین لمحات قرار دیتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے عاشق کے لئے ان ارمانانی لمحات کا اہتمام اس انداز میں کرتا ہے۔ "ابیت عند ربی، یطعمنی و یسقینی" [۱۳]

مولانا اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:

امت احمدؐ کہ ہستی از کرام — تا قیامت ہست باقی آن طعام
چون "ابیت عند ربی" فاش شد — یطعم و یسقی کفایت ز آش شد [۱۴]

ب: فرشتہ پر ملکوتی انسان کی فضیلت

معراج سے وابستہ دوسرا اہم موضوع فرشتہ پر ملکوتی انسان کی برتری و فضیلت ہے۔ پیغمبر اکرم (ص) نے معراج کی رات میں سات آسمانوں کا سفر طے کیا۔ جبرئیل ان کے ساتھ ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ انہوں نے ساتویں آسمان تک پیغمبر کی رہنمائی کی۔ جب وہ سدرہ طوبیٰ تک پہنچے تو اسی جگہ ٹھٹھک کر یہ نعرہ بلند کیا "لو دنوت انملہ، لا حرقت" [۱۵] یعنی اگر مولانا نے اس منظر کو غیر معمولی دلکشی کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

چون معلم بود عقلش ز ابتدا — بعد از این، شد عقل شاگردی ورا
عقل چون جبرئیل گوید: احمدا! — گر یکی گامی نہم، سوزد مرا
تو مرا بگذار زین پس پیش ران — حد من این بود ای سلطان جان [۱۶]

یعنی حضرت جبرئیل نے معراج کی رات سات آسمانوں تک پیغمبرؐ کی رہنمائی کی اس کے بعد کہنے لگے کہ اے محمد! اب اس سے ایک قدم آگے بڑھنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ اگر میں ذرہ برابر بھی آگے بڑھا تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ لہٰذا اے میری زندگی کے مالک مجھ کو اسی جگہ چھوڑ دیجئے اور خود آگے قدم بڑھایئے کیونکہ اب اس جگہ سے میری حد ختم ہوگئی ہے۔ جی ہاں، حضرت جبرئیل کے اس اعلان کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے نویں آسمان تک کا سفر تنہا طے کیا اور عرش الٰہی و فلک الافلاک تک پہنچ گئے اور جبرئیل ساتویں آسمان پر ان کا انتظار کرتے رہے۔ اس منظر کو مولانا روم دوسری جگہ اس طرح پیش کرتے ہیں:

چون گذشت احمدؐ ز سدره و مرصدش　　و ز مقام جبرئیلؑ و از حدش
گفت او را: هین پر اندر پی ام　　گفت: رو رو، من حریف تونی ام
باز گفت او را بیا اے پرده سوز!　　من به اوج خود نرفتستم هنوز
گفت: بیرون زین حد، ای خوش فرمن　　گر زنم پری، بسوزد پر من۱۷

مولانا مقام عشق میں انسان کی روح کو اس عروج و بلندی تک رسائی حاصل کرنے کے لائق سمجھتے ہیں چنانچہ وہ اپنے اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ انسان کامل اس بلندی تک پہنچ سکتا ہے:

بارنامہ ی روح حیوانی است این　　پیش تر رو، روح انسانی ببین
بگذر از انسان وہم از قال و قیل　　تا لب دریای جان جبرئیل
بعد از آنت جان احمدؐ لب گزد　　جبرئیلؑ از بیم تو واپس خزد
گوید ار آیم به قدر یک کمان　　من بسوی تو، بسوزم در زمان ۱۸

یعنی حضرت جبرئیل کا یہ اعتراف کہ اگر ایک کمان کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل کر خاک ہوجاؤں گا، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جہاں ملک کے پرواز کی حد میں اتنی گنجائش بھی باقی نہیں رہ پاتی کہ وہ ایک کمان کا بھی فاصلہ طے کرسکے، انسان کامل اس کے آگے نویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ کی منزل طے کرنے میں پوری طرح کامیابی دکھائی دیتا ہے۔

نہایت قرب

سفر معراج کے دوران جس قرب الٰہی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراب کردیا اور عاشق کو معشوق کے قریب پہنچ کر سکون حاصل ہوگیا وہ درحقیقت قرب الٰہی کی انتہا تھی۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے: " فقاب قوسین او ادنیٰ " [۱۹] ایک باز تھا جو شہ باز کے ہاتھوں پر آ گیا نجم الدین رازی نے اس قربت کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ پیغمبر کی زبان سے فرماتے ہیں۔ ’’میں وہ ہوں کہ مقام سدرہ میں غیب کے خزانہ میں جو جواہر اور عمدہ وبیش قیمت ونفیس اشیاء تھیں وہ سب میرے سامنے پیش کردی گئیں۔ میں نے ان چیزوں کی طرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ اس قمارخانہ میں میں نے اپنے وجود کی بھی پرواہ نہیں کی اور عدم کے دروازہ سے پرواز کرتے ہوئے "او ادنیٰ" میں آشیانہ میں داخل ہوگیا‘‘ [۲۰]

مولانا اس قربت کو جسم اور مادیات کے زندان سے نجات و آزادی سے تعبیر کرتے ہیں جس جگہ وہ معراج یونس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اس جگہ وہ اس قربت کا بھرپور تعارف بھی پیش کرتے ہیں:

گفت پیغمبرؐ کہ: معراج مرا — نیست بر معراج یونسؑ اجتبا
آن من بر چرخ و آن او نشیب — زان کہ قرب حق برون است از حسیب
قرب، نہ بالا نہ پستی رفتن است — قرب حق از حبس ہستی رفتن است [۲۱]

یعنی پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری معراج کو حضرت یونسؑ کی معراج پر فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔ میری معراج آسمان کی بلندی پر اور ان کی معراج نشیب و پستی و گہرائی میں ہے۔ قربت کا مطلب اوپر یعنی بلندی و پستی پر جانا نہیں ہے بلکہ قرب خداوندی کا مطلب زندگی یعنی نفس کے قیدخانہ سے نجات و آزادی حاصل کرنا ہے۔

معراج کی عظمت

جملہ اہل عرفان کی طرح مولانا نے بھی جگہ جگہ اس عظمت کا ذکر کیا ہے۔ اس شان و شوکت اور عظمت و سربلندی میں اس بات سے اور اضافہ ہوجاتا ہے کہ پوری کائنات پیغمبر کی ہمراز اور ان کے ساتھ ہوجاتی ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کے حضور میں ان کے اعزاز و اکرام کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا آنحضرت کی معراج کو روحانی معراج تسلیم کرتے ہیں۔

کیا مثنوی کی ابتداء میں موجود درج ذیل بیت عظمت معراج کی علامت نہیں ہے :

جسم خاک از عشق بر افلاک شد کوہ در رقص آمد و چالاک شد ۲۲

یعنی یہ معراج کی عظمت نہیں تو اور کیا ہے کہ خاکی جسم انسان عشق کی وجہ سے آسمان کی انتہائی بلندی پر پہنچ گیا۔ پہاڑ پر رقص کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ ہوشیار ہوگیا۔

جس چیز نے اس معراج کو عظمت و سربلندی عطا کی ہے وہ درحقیقت عشق ہے۔ جملہ عرفاء کی نظر میں حضرت رسولؐ ایک عظیم عارف، حقیقی جانباز اور عاشق صادق کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جملہ مخلوقات پر ذات محمدی کی سبقت وفضیلت

شریعت محمدی سے وابستہ جملہ حق گو اور اہل عرفان حضرات نے اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ ایسی کوئی نظم یا نثر نہیں ہے، جس میں اس موضع کے بارے میں گفتگو نہ کی گئی ہو۔ سردست دلیل و شاہد اور نمونہ و مثال کی حیثیت سے شبستری کی مشہور زمانہ مثنوی گلشن راز کی کچھ ابیات ملاحظہ ہوں:

در این رہ انبیاء چون ساربانند دلیل و رہنمای کاروانند
و ز ایشان سید ماگشتہ سالار ہم او اول ہم او آخر در این کار
احد در میم احمدؐ گشت ظاہر در این دور اول آمد عین آخر
ز احمدؐ تا احد یک میم فرق است جہانی اندر این یک میم غرق است ۲۳

یعنی عرفان و معرفت کی اس راہ میں انبیاء ساربان کی حیثیت رکھتے ہیں اور قافلے کی رہنمائی انہیں لوگوں کے سپرد ہے۔ ان انبیاء کے درمیان ہمارے سید نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاروان انبیاء کے سردار و قافلہ سالار ہیں۔ اس معاملے میں اول و آخر وہی ہیں۔ لفظ احمد میں موجود حرف "م" سے احد ظاہر و نمایاں ہوگیا اور جو اول تھا وہ اس زمانہ میں سب سے آخر میں آیا۔ احمد سے احد تک صرف ایک میم کا فرق ہے اور اس ایک میم میں ایک دنیا غرق ہے۔

جی ہاں! یہ پوری کائنات اسی نازنین وجود کی وجہ سے خلق کی گئی ہے "لولاک لما خلقت الافلاک" ۲۴ اس حدیث اور دیگر احادیث قدسی جیسے "اول ما خلق الله نوری" نیز "اول ما خلق الله روحی" یا "کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" ۲۵ کی روشنی میں دنیا کی تمام مخلوقات پر سرکار دوعالم حضرت محمدؐ کی فضیلت و برتری ظاہر ہوجاتی ہے اور یہ عظمت و فضیلت آنحضرتؐ کی وجودی عظمت کی دلیل ہے:

مولانا نے دفتر پنجم میں "لولاک لما خلقت افلاک" کے معنی و مفہوم کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

شد چنین شیخی گدای کو بکو — عشق آمد لا ابالی، اتقوا
عشق جو شد بحر را مانند دیگ — عشق ساید کوه را مانند ریگ
عشق بشگافد فلک را پاک جفت — بہر عشق او خدا "لولاک" گفت
منتہی در عشق، چون او بود فرد — پس مر اورا ز انبیاء تخصیص کرد
گر نبودی بہر عشق پاک را — کی وجودی دادمی افلاک را
من بدان افراشتم چرخ سنی — تا علو عشق را فہمی کنی۲۶

یعنی اس کائنات کے ہر ذرہ میں عشق کی جلوہ نمائی ہے۔ عشق سمندر میں دیگ کی طرح اُبال پیدا کردیتا ہے۔ یہ عشق بڑے بڑے پہاڑوں کو دیگ کے ذروں میں تبدیل کردیتا ہے اور کرشمہ عشق کی وجہ سے زمین لرزہ براندام ہوجاتی ہے۔ حضرت محمدؐ کے ساتھ عشق کا اٹوٹ رشتہ ہے اور عشق کی وجہ سے ہی خالق کائنات نے "لولاک" کہا، چونکہ ان کی ذات عشق کی دنیا مین منفرد اور اکیلی تھی اسی وجہ سے خداوند عالم نے انبیاء کے درمیان انہیں خصوصی طور پر منتخب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کے عشق پاک کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں زمین اور آسمان کی تخلیق نہ کرتا۔ میں نے آسمان کا یہ بلند و بالا شامیانہ اس لئے لگایا ہے کہ آپ عشق کی عظمت و سربلندی کا اندازہ لگاسکیں۔

حقیقت مطلق کی نظر میں پیغمبرؐ کی عظمت

خود معراج اس موضوع کی بہترین سند اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ ایسے عارفانہ عروج کے لئے ان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے معشوق ازلی کی نظر میں ان کی ذات اتنی محبوب ہے کہ خداوند عالم ان کی جان کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: "لعمرک" ۲۷ بقول مولانا

آن قسم برجسم احمد راند حق — آنچہ فرمودہ است کلا: والشفق ۲۸

مقالہ کی ابتدا میں پیغمبر اکرم (ص) کی جن صفات عالیہ کے سلسلے میں مولانا کے عرفانی نقطۂ نظر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اسی عظمت کی دلیل ہے۔ سردست دوسری علامتیں ملاحظہ ہوں۔ پیغمبر کا وجود مبارک روح کا مجموعہ ہے، چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں:

مصطفایی کو کہ جسمش جان بود؟ — تا کہ رحمان ''علم القرآن'' بود ۲۹

مصطفیٰ طہارت و پاکیزگی کے بحر بیکراں اور قطب و شہنشاہ ہیں:

راست فرمودہ است با ما مصطفیٰؐ　　　قطب و شاہنشانہ و دریای صفا ۳۰

دنیا ان کے سامنے تسبیح و تقدیس میں ہمہ تن غرق ہے:

ہمچنان کہ این جہان پیش نبی　　　غرق تسبیح است و پیش ما غبی ۳۱

پیغمبرؐ دونوں جہاں میں شفاعت کرنے والے ہیں:

او شفیع است این جہان و آن جہان　　　این جہان زی دین و آنجا زی جنان ۳۲

محمدؐ جملہ انبیاء و اولیاء اللہ کے سردار

خداوند عالم کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء اور پیغمبر عرفاء اور صوفیاء کی نظر میں اولیای الٰہی کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہی لوگ پیران حقیقی اور مردان راستین ہیں جو اپنے مریدوں کو معرفت کے پاک و پاکیزہ اور صاف و شفاف سرچشمہ سے سیراب کردیتے ہیں۔ یہی وہ انسان کامل ہیں جو اپنی آغوش تربیت میں انسان کامل کی تربیت و پرورش کا کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت خضرؑ ہوں یا حضرت موسیٰؑ و حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ ہوں یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا دیگر انبیاء کرام یہ تمام لوگ ارباب طریقت وصدیقان حقیقت میں ہیں جو عشق کی آگ سے جلے ہوئے سوختہ قلب افراد کو آب حیات کی طرف رہنمائی کیا کرتے ہیں۔ اور انسانی صفات کی تاریک راہوں پر چلنے کے لئے سچے قدم سے چلنا ممکن و میسر کردیتے ہیں:

حضرت محمدؐ ان عارفوں کے درمیان اعظم اور ان خدا طلب لوگوں میں اشرف ہیں۔ اسی وجہ سے جملہ عرفانی متون میں تمام انبیائے مرسل پر حضرت محمدؐ کی فضیلت دکھائی دیتی ہے، اگرچہ وہ ہدایت کی علمبرداری کرنے والے آخری شخص تھے لیکن عہدہ و مرتبہ کے اعتبار سے وہ درجۂ فضیلت پر فائز تھے۔ کلیلہ و دمنہ میں منقول ہے "و آخر ایشان در نبوت و اول در رتبت" ۳۳ یعنی وہ نبوت کی فہرست میں آخر اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اول تھے۔

لیکن مولانا کا عقیدہ اور طرز فکر یہ ہے کہ پیغمبرؐ کا شاہی سکہ ابد تک باقی رہنے والا اور پوری طرح محکم و پائیدار ہے اور ان کا یہ نظریہ جملہ انبیاء پر پیغمبرؐ کی عظمت و فضیلت کے دلیل ہے:

سکہ ی شاہان ہمی گردد دگر　　　سکہ احمد ببین تا مستقر ۳۴

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

خوش بود پیغام ہای کردگار | کو ز سر تا پای باشد پایدار
خطبۂ شاہان بگردد و آن کیا | جز کیا و خطبہ ہای انبیاء
زانکہ ہوش پادشاہان از ہواست | بارنامہ ی انبیاء از کبریاست
از درم ہا نام شاہان بر کنند | نام احمد تا ابد بر می زنند
نام احمد نام جملہ انبیاست | چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست ۳۵

یعنی الٰہی پیغام و احکام قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ دنیا جن کو بادشاہ بناتی ہے ان کا خطبہ پائیدار نہیں ہوتا لیکن انبیاء علیہم السلام کے خطبوں کو دوام و ہمیشگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ خدا کی طرف سے عہدہ و مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ دنیوی سکوں سے بادشاہوں کے نام ہٹا دیتے ہیں لیکن محمدؐ کے نام کا سکہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے کیونکہ احمد درحقیقت تمام انبیاء کا نام ہے بالکل اسی طرح جیسے جب سو آ گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نوے ہمارے پاس پہلے ہی سے موجود ہے۔

دوسری جگہ مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

ختم ہایی کانبیا بگذاشتند | آن بہ دین احمدی برداشتند ۳۶

طریقت و حقیقت کے ساتھ شریعت محمدی کا سنگم

مثنوی معنوی کے پانچویں دفتر کے مقدمہ میں اس ملاپ اور سنگم کے سلسلے میں ایک دلچسپ تعبیر پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت شمع کی طرح دکھائی دیتی ہے اور جب تک ہاتھ میں شمع نہ ہو راستہ چلنا ممکن نہیں ہے اور تمہاری آمد و رفت طریقت پر ہے یعنی تمھیں تیجی راہ پر چلنا ہے اور جب تم منزل مقصود پر پہنچ جاؤ تو وہی حقیقت ہے۔ اس کے بعد وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شریعت کی مثال علم کیمیا حاصل کرنے جیسی ہے چاہے آپ اس علم کو کسی استاد سے حاصل کریں یا کتاب سے، علم کیمیا میں مختلف دواؤں کو تانبہ میں ملانا ہوتا ہے اور حقیقت تانبے کا سونا بن جانا ہے۔ اور دوسری مثال شریعت حصول علم طب کی طرح ہے۔ طریقت طبیب کی ہدایت کے مطابق لازمی دواؤں کا کھانا اور پرہیز کرنا ہے اور حقیقت ابدی صحت کا حاصل کرنا اور ان دونوں سے فراغت حاصل کرنا ہے۔ ۳۷

حضرت محمدؐ نے ان تینوں اسلحوں کے ساتھ میدان عرفان میں قدم رکھا وہ دیندار ہونے سے قبل ایک عارف ہیں۔ انہوں نے اپنی شریعت کو عرفان الٰہی میں گھول دیا۔ حضرت رسول مقبول ایسے ماہر کیمیاگرِ انسانیت تھے کہ پست اور معمولی طبقے کے لوگوں کو زمانہ کے عظیم المرتبت انسانوں بلند مرتبہ

شخصیتوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ ایسے مرد عارف ہیں جن کی جگہ لوگوں کے قلب کی گہرائی میں دکھائی دیتی ہے:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز　　من نگنجم این یقین دان ای عزیز
دردل مومن بگنجم ای عجب　　گر مرا جویی، در آن دلہا طلب ۳۸؎

یعنی پیغمبر ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کہنا ہے کہ نہ میں آسمان کی بلندیوں میں ملنے والا ہوں اور نہ زمین کی پستی و گہرائی میں مجھے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اے عزیز! اچھی طرح جان لے کہ میں زمین و آسمان اور عرش میں بھی سمانے والا نہیں ہوں۔ میں مومن کے قلب میں سماجاتا ہوں پس حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر مجھے تلاش کرنا چاہتے ہو تو مومنوں کے دل میں تلاش کرو۔

اس مفہوم کو مولانا دوسری جگہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

من نگنجیدم در افلاک و خلا　　در عقول و در نفوس باعلا
در دل مومن نگنجیدم چو ضیف　　بی ز چون و بی چگونہ، بی زکیف ۳۹؎

حقیقی دیندار وہی لوگ ہیں جو حقیقی عارف ہیں۔ صرف عبادت اور شرعی فرائض سے ہی وہ لوگ قانع نہیں ہوتے بلکہ مردان خدا کی آٹھ صفات ہیں جو شریعت و طریقت و حقیقت کے ساتھ باہم گھلی ملی ہوئی ہیں۔ مثلاً توحید، علم، شکر، رضا، صبر، قلت رزق، حکم خداوندی کی تعظیم اور مخلوق خدا کے لئے شفقت، مردان حق اور خدا جو افراد رات کی تاریکی اور عالم خلوت و تنہائی میں اپنے خدا کو ڈھونڈتے ہیں اور عالم خلوت میں وہ دعا و نیاز میں سرگرم رہا کرتے ہیں۔

پیغمبرؐ کا حقیقی عاشق اور مخصوص عارف ہونا

خاصان و کاملان و عارفان خدا کے درمیان پیغمبرؐ مرتبۂ اخص و اکمل و اعرف پر فائز ہیں اور ان میں ایسی بے شمار صفات پائی جاتی ہیں جو ان کی عارفانہ خصوصیات کو ثابت کردیتی ہیں۔ مردان خدا کی مذکورہ آٹھ صفات ان میں سے ایک صفت ہے۔ عارف اخلاق الٰہی کا حامل ہوتا ہے اور اس کی ذات حضرت الوہیت کے جمال کو منظر عام پر دکھانے والا آئینہ ہے۔ انسان کا اچھی صفات اور اخلاق حسنہ وحمیدہ سے مالا مال ہونا درحقیقت معنویت تک رسائی حاصل کرنے کا مقدمہ ہے۔ وقت کا آئینہ حقائق کو منعکس کرسکتا ہے بشرطیکہ کہ وہ پاکیزہ ہو۔

انسان کامل درحقیقت لطف وقہر الٰہی دونوں صفات کا حامل ہوتا ہے۔ پیغمبر رحمانی اور رسول آسمانی کی ذات میں یہ دونوں صفات جلوہ نما تھیں اسی وجہ سے عارف لوگ اپنی ذات کو پیغمبر اکرمؐ کے اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ سے آراستہ رکھتے تھے۔

حضرت کے عارفانہ اخلاق و اوصاف آفاقی اور عالمی حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی ذات گرامی ایسا آئینہ ہے جس میں حضرت حق کے اسماء و اوصاف کا جلوہ دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ اشرف مخلوقات اور سزاوار "لولاک" ہیں۔

وہ صفات جو ان کے عارف ہونے کے دلیل ہیں

آنحضرتؐ کے عارف ہونے کی دلیل کے طور پر بے شمار صفات موجود ہیں۔

مردان خدا کی جو آٹھ صفات گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہیں وہ ان میں ایک ہے وہ جس جگہ دیکھیں خدا کا جلوہ دکھائی دیتا ہے:

چون محمد پاک شدن زین نار ودود　　　هر کجا رو کرد، وجه الله بود ۴۰

یعنی جب حضرت محمد اس نار ودود سے پاک ہوگئے تو انہوں نے جس طرف بھی دیکھا انہیں وجہ اللہ یعنی جلوہ الٰہی دکھائی پڑا۔

دوسری جگہ مولانا اسی مفہوم کو ایک نئے انداز میں یوں پیش کرتے ہیں:

گفت "طوبی من رانی" مصطفیٰ　　　"الذی یبصر لمن وجهی رای ۴۱

پیغمبر حدیث خود شناسی کا تعارف پیش کرتے ہیں

عرفان کے سلسلے میں دو حدیثیں مشہور ہیں: خود شناسی اور خدا شناسی

پہلی حدیث: "من عرف نفسه فقد عرف ربه" ۴۲ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

دوسری حدیث: "کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف" ۴۳ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق کو خلق کیا تاکہ میں پہچان لیا جاؤں۔

مولانا فرماتے ہیں:

بہر آن پیغمبر این را شرح ساخت ہر کہ خود بشناخت یزدان را شناخت ۴۴

یعنی پیغمبر کے لئے خداوند عالم نے یہ بات بخوبی واضح کردی کہ جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے خداوند عالم کو پہچان لیا۔

حقیقی عاشق اپنے معشوق کا نام سنتے ہی بالکل بیقرار ہوجاتا ہے اور پروانہ کی طرح حقیقت مطلق کے سامنے خود کو فنا کردیتا ہے چنانچہ پیغمبر اکرمؐ بلال کی آواز سنتے ہی وجد میں آجاتے تھے:

مولانا فرماتے ہیں:

جان کمال است و ندای او کمال مصطفیٰ گویان "ارحنا یا بلال"

ای بلال! افراز بانگ سلسلت زان دمی کاندر دمیدم در دلت

زان دمی کادم از آن مدہوش گشت ہوش اہل آسمان بیہوش گشت

مصطفیٰ بی خویش شد ز آن خوب صوت شد نمازش از شب تعریس فوت ۴۵

یعنی روح کمال ہے اور اس کی آواز بھی کمال جس کو سنتے ہی پیغمبر اکرمؐ کہنے لگے اے بلال! اپنی آواز کو ذرا اور بلند کرو جس کو سن کر اہل آسمان کے ہوش اڑ گئے۔ اس دلکش آواز کی وجہ سے بے خود ہوگئے اور ان کی نماز گذار اس موقع پر خواجہ فرید الدین عطار کی نعت کے چند اشعار پیش کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے:

چون دلش بیخود شدی در بحر راز جوش او میلی برفتی در نماز

چون دل او بود دریای شگرف جوش بسیاری زند دریای ژرف

در شدن گفتی "ارحنا یا بلال" تا برون آیم از این ضیق خیال ۴۶

عارفوں کی غم پرستی

عشق خوشی سے بیگانہ اور رنج وغم سے آشنا و یگانہ ہوتا ہے۔ اگر ایک دروازہ سے خوشی اندر داخل ہوتی ہے تو دوسرے دروازہ سے عشق فرار اختیار کرلیتا ہے۔ عارفان الٰہی درحقیقت حقیقی غم پرست ہیں۔ پیغمبرؐ اپنی ۲۳ رسالہ مدت کے دوران محض رنج و مصائب کا مجسمہ تھے جیسا کہ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے: "فاستقم کما امرت و من تاب معک" ۴۷ آیت کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ غم والم کا یہ سلسلہ فقط آپ کے لئے ہی نہیں بلکہ ان لوگوں کو بھی اس غم پر مبنی اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے جو لوگ آپ کے ساتھ اور آپ کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

کہا گیا کہ مجھے یہ الہام ہوا کہ بایزید تم کو خبر نہیں ہے کہ اس گروہ کے لوگوں میں اور دوستی کی محفل میں لباس مصیبت کے علاوہ کچھ نہیں پہنتے ہیں۔ اگر تمہارے ذہن میں رنج و بلا کا تصور نہیں ہے تو بھاگ لو ورنہ یہ لوگ تمہارا خون بہادیں گے۔ ۴۸؎

پیغمبرؐ اپنے حقیقی مقاصد کی تکمیل کی خاطر مختلف النوع مصائب سے دوچار رہا کرتے تھے۔ چونکہ وہ ایک حقیقی جانباز عاشق تھے لہٰذا فقط خداوند عالم کی رضا حاصل کرنے میں سرگرم رہا کرتے تھے۔ انہوں نے طرب نامہ معشوق تو لکھا لیکن اسباب خوشی و شادی کے بیان سے قلم کھینچ لیا۔ ۴۹؎ عارف لوگ بھی اپنے رسول کی پیروی کرتے ہوئے اور اپنے معشوق کا غم برداشت کرتے ہوئے عاشقوں کی طرح اس کی ستائش کرتے ہیں۔

پیغمبرؐ کا معشوق ہونا اور اس کی اہمیت

پیغمبرؐ جیسے ایک عاشق ہیں ویسے ہی ایک معشوق بھی کہے جاتے ہیں۔ مثنوی اور غزلیات شمس میں ''استون حنّانہ'' کا ذکر بار بار کیا گیا ہے۔ یہ مسجد نبوی میں واقع وہ ستون ہے جو اپنے معشوق یعنی پیغمبرؐ کے فراق میں عاشقوں کی طرح گریہ کیا کرتا تھا۔

استن حنّانہ از ہجر رسول　　　نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

گفت پیغمبر چہ خواہی ای ستون　　　گفت جانم از فراقت گشت خون ۵۰؎

دوسری جگہ پر بھی مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

پیش تو استون مسجد مردہ ای است　　　پیش احمدؐ عاشق دلبردہ ای است ۵۱؎

یعنی تمہاری نظر میں تو مسجد کا یہ ستون ایک مردہ اور بیجان پتھر ہے لیکن مرسل اعظمؐ کی نظر میں وہ ایک دلبر و عاشق ہے۔

جی ہاں! یہ وہی معشوق ہے جس کے اصحاب اور چاہنے والے یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرے بلکہ وہ لوگ اس پانی کو اپنے ہاتھوں میں بطور تبرک جمع کر لیتے تھے اور اس پانی کو اپنے چہروں پر مل لیا کرتے تھے۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہی معشوق ہے جس پر درود و سلام و صلوٰۃ کی آواز سے آج بھی ہر مجلس معطر و مزین و منور ہے۔

حوالے

۱- مولوی بلخی، جلال الدین محمد: مثنوی، بکوشش ڈاکٹر محمد استعلامی، مطبوعہ نشر زوار، جلد دوم، دفتر اول باب ۱۱۴، ۱۳۲۹
(تمام حوالے اسی کتاب سے لئے گئے ہیں)

۲- "اتینٰک" سورہ حجر کی ۷اویں آیہ کریمہ "لقد اتینک سبعا من المثانی" سے اقتباس۔

۳- انا کفیناک" سورۂ حجر کی آیہ کریمہ نمبر ۹۵ "انا کفیناک المستھزئین" سے ماخوذ

۴- "لو لاک" اشارہ ہے حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" رجوع کیجئے'' احادیث مثنوی: فروزانفر بدیع الزمان، مطبوعہ امیر کبیر، چوتھا ایڈیشن ۱۳۶۶ھ ش ص ۱۷۲

۵- انا ارسلناک" قرآن میں متعدد مقام پر یہ جملہ موجود ہے۔ جیسے سورۂ نساء کی ۷۹ویں آیت میں کہا گیا ہے "و ارسلناک للناس رسولاً"

۶- آن رسول حق قلاو وز سلوک   گفت: الناس علی دین ملوک'' دفتر پنجم بیت ۱۵۹۵، ص ۸۱

۷- گفت پیغمبر سپہدار غیوب   لاشجاعه یافتی! قبل الحروب، ایضاً دفتر سوم بیت ۴۰۰۷، ص ۱۸۴

۸- صد ہزاران سایہ کوتاہ و دراز   شد یکی درنور آن خورشید راز، ایضا دفتر ششم بیت ۱۸۷۰، ص ۹۱

۹- زادۂ ثانی است احمد در جہان   صد قیامت بود او اندر عیان'' ایضاً دفتر ششم بیت ۷۵۶، ص ۴۲

۱۰- احادیث نبوی، ص ۳۹

۱۱- مثنوی دفتر اول ابیات ۷-۳۹۶۴، ص ۱۸۵

۱۲- ایضاً دفتر چہارم بیت ۲۹۶۱، ص ۱۴۵

۱۳- احادیث مثنوی، ص ۸۸

۱۴- مثنوی دفتر اول ابیات ۵۴- ۳۷۵۳

۱۵- دیکھئے رازی، نجم الدین: مرصاد العباد، بکوشش امین ریاحی، مطبوعہ نشر علمی و فرہنگی پانچواں ایڈیشن ۱۳۷۳، ص ۱۲۰

۱۶- مثنوی دفتر اول، ابیات ۷۵-۱۰۷۳، ص ۵۷

۱۷- مثنوی دفتر چہارم ابیات ۶- ۳۸۰۳، ص ۱۸۴

۱۸- مثنوی دفتر چہارم بیت ۱۸۸۹، ص ۹۵

۱۹- سورۂ نجم آیت ۱۹

۲۰- مرصاد العباد، ص ۱۳۲

۲۱- مثنوی ابیات ۱۸-۴۵۱۵، ص ۲۰۷

۲۲- ایضاً دفتر اول بیت ۲۵

۲۳- لاہیجی عبد الرزاق شرح گلشن راز، شیخ محمود شبستری بکوشش کیوان سمیعی مطبوعہ نشر سعدی، ص ۲۰
۲۴- احادیث مثنوی، ص ۱۷۲
۲۵- ایضاً ص ۲۰۲، ۱۱۳، ۱۰۲
۲۶- مثنوی دفتر پنجم ابیات ۴۲-۲۷۳۶، ص ۱۳۳
۲۷- لعمرک در حقیقت اس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے "لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون" سورۂ حجر اس کے علاوہ قرآن میں دوسری جگہوں پر بھی اس تعبیر سے کام لیا گیا ہے۔
۲۸- مثنوی دفتر ششم ب ۱۵۰۵، ص ۷۵
۲۹- مثنوی دفتر سوم بیت ۵۹۳، ص ۳۳
۳۰- مثنوی دفتر سوم بیت ۲۱۹۸، ص ۱۰۵
۳۱- مثنوی دفتر چہارم بیت ۳۵۳۳، ص ۱۰۵
۳۲- مثنوی دفتر ششم بیت ۱۶۹، ص ۱۵
۳۳- منشی، ابو المعالی نصر اللہ، کلیلہ و دمنہ بہ تصحیح مجتبیٰ مینوی، نشر امیر کبیر نواں ایڈیشن ۱۳۷۰ھ ش، ص ۲
۳۴- مثنوی دفتر چہارم بیت ۲۸۷۴، ص ۱۴۱
۳۵- مثنوی دفتر اول ابیات ۱۵-۱۱۰، ص ۵۹
۳۶- مثنوی دفتر ششم بیت ۱۶۷، ص ۱۵
۳۷- مثنوی مقدمہ دفتر پنجم ص ۷
۳۸- مثنوی دفتر اول ابیات ۶۸-۲۶۶۵، ص۱۲۹
۳۹- مثنوی دفتر ششم ابیات ۸۲-۳۰۸۱، ص ۱۴۲
۴۰- مثنوی دفتر اول بیت ۱۴۰۷، ص ۷۲
۴۱- مثنوی دفتر اول بیت ۱۹۵۶، ص ۹۷
۴۲- احادیث مثنوی، ص ۱۶۷
۴۳- احادیث مثنوی، ص ۲۹
۴۴- مثنوی دفتر پنجم بیت ۲۱۱۶، ص ۱۰۴ اور اس سے قبل
۴۵- مثنوی دفتر اول ابیات ۲۰۰۱-۱۹۹۷، ص ۹۸
۴۶- عطار نیشاپوری، فرید الدین محمد، منطق الطیر بکوشش رضا انزابی نژاد و سعید قرہ بگلو، مطبوعہ آیدین جلد اول، مطبوعہ ۱۳۸۴ھ ش، ص ۳۴
۴۷- سورۂ ہود، آیت ۱۱۲
۴۸- میبدی، رشید الدین: کشف الاسرار، بکوشش رضا انزابی نژاد، مطبوعہ امیر کبیر طبع اول ۱۳۶۴ھ ش، ص ۱۴۸

۴۹- حافظ شیرازی کی اس بیت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

حافظ آن روز طرب نامہ عشق تو نوشت　　　که قلم بر سر اسباب دل خرم زد

دیکھیے خطیب رہبر، خلیل شرح غزلہای حافظ، مطبوعہ علی شاہ ۱۷واں ایڈیشن ۱۳۷۵ھ ش، ص ۲۰۶

۵۰- مثنوی دفتر اول، ابیات ۲۵- ۲۱۲۴، ص ۱۰۴

۵۱- مثنوی دفتر ششم بیت ۵۶۴، ص ۴۷